Lesson 3: Yunus (Ayaat 31- 52): Day 9

سُوۡرَۃُ یُوْنس کی تفسیر

آج کے سبق کا بنیادی theme ہے "ھدایت اور حق کا تعلق"

بہت اہم آیت ہے جس میں ہم پڑھیں گے کہ ہدایت اور حق کی تکرار ہے۔ ہم پڑھیں گے کہ آج کے دور میں ہدایت ہے تو حق نہیں اور اگر حق ہے تو ہدایت نہیں۔ اور ایسے کیا حالات ہوتے ہیں کہ انسان ہدایت کو پاتے پاتے حق سے دور ہو جاتا ہے۔

پہلا موضوع نعمتوں کا احساس ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں جو سُننے، بولنے، دیکھنے اور اسی طرح دوسری صلاحیتیں دیں، ہم اُن کو کیسے استعمال کرتے ہیں۔ ایک اور بات کا جواب ملے گا کہ اگر انسان ہدایت کو چھوڑتا ہے تو اسکا کیا انجام ہوتا ہے۔ فَمَاذَا بَعۡدَ الۡحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ یہ آیت شروع ہی میں آ جائے گی۔

ایک اور بات جو ہم دیکھیں گے کہ اس کتاب جیسی کوئی اور کتاب بنا سکو تو بنا کے لے آو۔ تم نہیں بنا سکو گے تو بہتر ہے کہ اسی کو مان جاو۔ اور اسکے بعد کچھ قیامت کے دن کی جھلکیاں ہیں، وہ لوگ جنہوں نے زندگی کو موج مستی بنایا ہوا تھا، اُنہیں لگے گا کہ وہ ایک گھڑی یا اس سے بھی کم دنیا میں رہے۔

اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے آیتوں کو ساتھ لے کے چلتے ہیں۔ بات سوال سے ہی شروع ہوتی ہے۔

سورۃ یونس کا thought provoking انداز ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ سوال کر کے شعور کو بیدار کرنے والا انداز ہے۔ اور یہ انداز اتنا خوبصورت ہوتا ہے کہ سویا ہوا انسان بھی جاگ جاتا ہے۔ جب

بھی کسی سے بات کرنے کی نوبت آئے تو پہلے اسکے شعور کو جھنجوڑلو اور جب وہ سننے کے لیئے تیار ہو تو پھر پوچھو۔

قُلۡ مَنۡ یَّرۡزُقُکُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَالۡاَرۡضِ وَمَنۡ یُّخۡرِجُ الۡحَیَّ مِنَ الۡمَیِّتِ وَیُخۡرِجُ الۡمَیِّتَ مِنَ الۡحَیِّ وَمَنۡ یُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ فَسَیَقُوۡلُوۡنَ اللّٰہُ ۚ فَقُلۡ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۳۱﴾

(ان سے) پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے کہ خدا۔ تو کہو کہ پھر تم (خدا سے) ڈرتے کیوں نہیں؟

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ انسان سے پانچ سوال کرتے ہیں

1۔ تمہیں آسمان وزمین میں رزق کون دیتا ہے؟

2۔ تمھاری نعمتوں کا مالک کون ہیں؟

3۔ مردہ سے زندہ کو کون نکالتا ہے؟

4۔ زندہ سے مردہ کو کون نکالتا ہے؟

5۔ دینا کا نظام کون چلاتا ہے؟

ہم بڑی رعونت سے کہتے ہیں کہ مشرکینِ مکہ ،وہ کافر تھے وہ بُت پوجتے تھے اور وہ اللہ کے نبی کے دشمن تھے۔ لیکن وہ اللہ کو رازق سمجھتے تھے، آنکھوں، کانوں کا مختار سمجھتے تھے، الْحَيِّ سمجھتے تھے، المَميت سمجھتے تھے۔ اگر نہیں سمجھتے تھے تو اللہ کو مالک نہیں سمجھتے تھے۔مُدَّبِر نہیں سمجھتے تھے۔وہ مانتے تھے کہ اس کائنات کا نظام اللہ سبحانہ وتعالٰی ہی چلا رہا ہے۔

اسکو ایک مثال سے سمجھیے کہ کسی بھی گھر میں موجود تمام چیزوں کو آپ مانیں کہ یہ میرے شوہر لائے ہیں لیکن ان چیزوں کو لانے والے کو آپ کہیں کہ میں انہیں ان تمام چیزوں کا مالک نہیں سمجھتی تو آپ کے شوہر پر کیا گزرے گی۔ تو فتنہ پھیلے گا۔مالک ماننے میں کیا رکاوٹ ہے ؟ کہ حساب دینا پڑے گا۔مالک ہر چیز کا حساب مانگتا ہے۔ اللہ کو مالک ماننے کے بعد بندے پر پابندیاں لگتی ہیں۔

اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے آج کے نام نہاد توحید پرست لوگوں کو دیکھیئے۔اللہ کو مالک ماننے کے بعد جوابدہی کا احساس ہوتا ہے۔ ہمارے جسم کے اعضاء کا معاملہ یہ ہے کہ اگر کوئی غلط یا صحیح چیز دیکھیں تو فوراًبند نہیں ہوتیں، ایسی ہی ہمارے کان اَذان کی آواز بھی سُنتے ہیں اور غیبت بھی سُنتے ہیں۔ جس طرح ہمارے جسم کی چیزیں ہیں اسی طرح روح کے بھی اعضاء ہیں۔

دونوں میں فرق کیا ہے کہ زبان کو حلال یا حرام کا پتہ نہیں چلتا لیکن روح کو یہ برداشت نہیں ہوتا۔ انسان کی روح جب حرام کا لُقمہ چکھتی ہے تو اندر سے بے چین ہوتی ہے۔اسی طرح غلط چیزیں دیکھنے اور سُننے سے ہماری روح کی آنکھیں اور کان بے چین ہو جاتے ہیں۔ عام ڈاکٹر آپکی ظاہری بیماری کو دور کرتا ہے جبکہ psychiatrist اندر کی بات کو سمجھ لیتا ہے۔ ان کو ہمارے اندر باہر کا پتہ ہوتا ہے۔ وہ اصل میں ہماری روح کا علاج کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر یہ ڈاکٹر قرآن پڑھ لیں اور آپکا روحانی

علاج شروع کر دیں تو یہ اصل میں روحانی معالج بن جائیں۔ ہمارے معاشرے میں روحانی علاج بڑا بدنام ہے۔ عامل نجومی، عملیات کرنے والے۔ psychiatrist تو کچھ اُصولوں پر علاج کرتے ہیں لیکن جاہل لوگ جنتر، منتر، پھونکوں سے علاج کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمیں یہاں ایک سوچنے کا نقطہ دیا کہ اللہ نے ہمیں کان، آنکھیں دیں تو اسکے استعمال کے لیئے ایک guide book بھی دی۔ بالکل اس طرح جیسے آپ کوئی مشین خریدیں اور اسکے ساتھ ایک manual booklet ملتی ہے جس میں استعمال کرنے کے بارے میں تمام معلومات دی جاتی ہیں۔ آپ مشین کو غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں، مشین خراب ہو جاتی ہے۔ آپ کمپنی کے پاس لے کے جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ آپ نے مشین صحیح نہیں بنائی۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے اسے کیسے استعمال کیا آپ کہتے ہیں اس طرح، وہ آپکو ساتھ دی ہوئی کتاب کھول کے کہتے ہیں دیکھیں اس میں تمام تفصیلات موجود ہیں۔ آپ نے اسے غلط استعمال کیا ہے۔ بس یہی ہے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ تمہیں نہیں پتہ کہ تمہاری آنکھیں، کان بنانے والے نے تمہیں نہیں بتایا کہ کیا دیکھو اور کیا نہ دیکھو۔ جب ہم اللہ کی نعمتوں کو اللہ کے حکموں کے مطابق استعمال کرتے ہیں تو نعمتیں بڑھ جاتی ہیں۔ اللہ نے انسان کو احسن طریقے سے پیدا کیا۔ لیکن ہم نہیں سمجھ پاتے۔ وَمَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ۔ اسکے بارے میں ہم نے سورۃ الاعمران میں بھی پڑھا تھا۔ زندہ سے مردہ کی ہم نے بہت ساری مثالیں دیکھیں۔ ماں زندہ ہے تو بچہ مردہ پیدا ہو گیا۔ مرغی سے انڈے کا نکلنا۔ لیکن یہ جو ہے وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ۔ مردہ سے زندہ پیدا ہونا یہ کیسے ہوتا ہے۔ زمین سے سبزے کا نکلنا، Eve نام کی ایک مچھلی ہے۔ فطرت کی طرف سے جب یہ pregnant ہوتی ہے تو مر جاتی ہے اور اس کے مرنے کے

بعد بچہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ ہے مردہ سے زندہ کا پیدا ہونا۔ کافر، فاسق باپ کے گھر نیک بچے کا پیدا ہونا۔ آذر کے گھر حضرت ابراہیم۔ اور اس کے اُلٹ نوح کے گھر میں کنعان کا پیدا ہونا۔ باپ نبیؑ ہے تو بیٹا کافر۔ تو پتہ کیا چلا کہ نیکوں کے گھر بد اور بد کے گھر نیک۔ ہر چیز میرے مالک کے ہاتھ میں ہے۔ دعا کیجیے کہ اے اللہ تو میرے لیئے اپنی اس بادشاہت کو ماننا آسان کر دے۔

وَمَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ ؕ۔ سوچیۓ کہ میرا يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ کون ہے؟ میرے کام کون کرتا ہے؟ دنیا میں رہتے ہوئے ہر دن مجھے جتنے بھی کام پڑتے ہیں وہ سب کون کرتا ہے؟ جو اللہ کا بن جاتا ہے تو اللہ اُسکا بن جاتا ہے۔ اپنے کاموں کو اپنے ہاتھوں میں نہ رکھیۓ۔ آپ اپنے بچے کے کام خود کرنا چاہتی ہیں اور وہ کہتا ہے نہیں میں خود کروں گا۔ آپ اپنی بچے سے بیس، پچیس سال بڑی ہیں۔ آپ اس کے کام زیادہ اچھے طریقے سے کر سکتی ہیں۔ اسی طرح وہ رب جب آپ کے کام کرے گا تو کیسے کرے گا۔ بہترین طریقے سے۔ تو دل کی گہرائیوں سے کہیں کہ اے اللہ میرا دل بدل دے۔ یہ نہ کہا کریں کہ مجھے بڑے کام ہیں، میں بہت مصروف ہوں۔ یہ بھی شرک ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ شرک اتنا مخفی ہے جتنا اندھیرے میں کالے پہاڑ پہ چیونٹی ہو۔ ہر کام اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ ہم اللہ کو کام دیتے ہیں لیکن خود بھی کوئی کونہ پکڑا ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو پورے کا پورا اللہ کو دے کے دیکھیں۔ امام غزالیؒ کی بات ہے کہ بندگی کیا ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کے ہاتھ میں ایسے دے دے جیسے مردہ خود کو نہلانے والے کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔

ہم سب پتلیاں ہیں اور ہمارے دھاگے اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ ایسی توحید کو سب مانتے ہیں لیکن اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ کیوں سمجھتے نہیں۔

فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۳۲﴾

یہی خدا تو تمہارا پروردگار برحق ہے۔ اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟ تو تم کہاں پھرے جاتے ہو۔

یہ شعور پہ دوسرا جھٹکا ہے۔ یہاں ہم سب کو بتا دیا کہ دیکھو یہ ہے "حق"۔ الْحَقُّ اس آیت میں دو دفعہ آیا ہے۔ جیسا کہ ہمارا theme بھی ہے تو اللہ تعالیٰ سب کام کرتا ہے یہ حق ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے 99 نام پڑھیں تو ان میں ایک "الحق" بھی ہے۔ "حق" کیا ہے کہ انسان اپنی فطرت پہ قائم رہے۔ جب سارے کام کرنے والا وہی اللہ ہے تو پھر اُسی کو پکڑ لو۔ اسکی مثال ایسے ہے کہ وہ گھر جہاں لڑکیاں منہ زور ہوتی ہیں اور شوہروں کی بڑائی نہیں مانتیں، ٹوٹ جاتے ہیں۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بڑائی کو قبول کرو۔ پھر اِدھر اُدھر مت دیکھو۔ اپنے آپ کو اللہ کے آگے ڈال دو۔ اللہ کا دامن پکڑ لو تو تباہیوں سے بچ جاو گے۔ اور اگر ایک دفعہ اللہ کا دامن چھوڑا فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ۔ جب ایک دفعہ اللہ کا ساتھ چھُٹتا ہے تو پھر الضَّلٰلُ ہے۔ 'حق' واحد ہے اور الضَّلٰلُ جمع ہے۔ مثال سے سمجھیے کہ آپ یہاں آنا چاہتے تھے، آپ نے g p s میں ایڈریس ڈالا اور یہاں پہنچ گئے۔ اگر آپ یہاں آنے کے لیے east کی بجائے west کی طرف نکل جاتے اور یہاں کا پتہ پوچھتے تو سب نے کہنا تھا وہ کون سی جگہ ہے، ہمیں تو نہیں معلوم۔ اسی طرح فطرت کے اعتبار سے ہر بندہ حق کے راستے پہ چلنا چاہتا ہے۔ "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" ہماری روح کی غِذا ہے۔

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ کی تصویر ہے۔ علامہ اقبال کا ایک شعر بھی ہے؛

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

جو بندہ رب کا بن جاتا ہے تو وہ اپنا بھی بن جاتا ہے۔ جیسے اگر کسی عورت کا شوہر چھوڑ جائے تو دس راستے کھُل جاتے ہیں تو یہ ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلٰلُ

جب تک انسان نے رب کو پایا نہیں ہوتا اس کے لیئے بہت سارے رب ہیں لیکن جب رب کو پا کے چھوڑ دیتا ہے تو پھر وہی بیوہ عورت والی بات ہے کہ دس راستے کھُلتے ہیں۔ میاں بیوی ایک دوسرے کے لیئے ہوتے ہیں۔ یہ ایک فطری جوڑ ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو مشکلیں ہوتی ہیں۔ تو وہ بول جو بچپن سے نام لیے ہوں ''لا الٰہ الا اللہ'' تو کیا اُن بولوں نے ہمیں رب سے نہ جوڑا۔ آج جو اُمتِ مسلمہ پس رہی ہے تو اس کی وجہ رب کے رستے سے ہٹ کے، معاشرے، کلچر کے رستے پہ چلنے کی ہے۔ جس معاشرے میں یہ آیتیں نازل ہو رہی تھیں انکے بُت لکڑی کے تھے۔ ہمارے تو دلوں میں بُت ہیں۔ اپنے آپ سے پوچھیئے میرے اندر وہ کون سا بُت ہے جو مجھے اللہ کی بڑائی کو ماننے سے روکے ہوئے ہے۔ جو مجھے رب کا ہی نہیں بننے دیتا۔ کبھی فجر کے وقت نیند، نفس، خواہش، شہرت ہر بندے کا طاغوت فرق ہے۔ تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ سمجھا رہے ہیں کہ ان سے پوچھو فَأَنّٰى تُصْرَفُوْنَ کہاں پھرے جاتے ہو۔ اقرار کرتے ہو، پانچ سوالات کے جواب دے چکے ہو، تمہاری فطرت کے اندر حق کی پہچان ہے، تمہاری زبانیں اس کی گواہی دے رہی ہیں، تم اللہ کو اپنا خالق مانتے ہو تو تمہاری عقلیں کہاں چلی گئیں۔

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٣٣﴾

اسی طرح خدا کا ارشاد ان نافرمانوں کے حق میں ثابت ہو کر رہا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے۔

اب ان تینوں آیتوں کا end دیکھیے۔

آیت 31 کے آخر میں تھا اَفَلَا تَتَّقُوْنَ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو

آیت 32 کے آخر میں تھا فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ تم کہاں پھرے جاتے ہو

آیت 33 کے آخر میں اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ بات کہاں ختم ہوئی کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔

کیا پتہ چلا کہ جو اللہ سے نہیں ڈرتے وہی گمراہ ہوتے ہیں۔ اللہ کا ڈر بہت بڑی طاقت ہے۔

یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں بھٹکنے کا شوق ہوتا ہے۔ جو دیکھنا چاہتے ہیں کہ چلو اس موقع پہ اللہ کی نافرمانی کر کے دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کا خوف چھوڑ دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کہا گیا کہ یہ ایمان ہی نہیں لائیں گے۔

"حدیث میں آتا ہے کہ جب انسان ایک گناہ کرتا ہے تو اُس کے دل پہ ایک کالا دھبہ لگتا ہے، پھر دوسرا کرتا ہے تو دوسرا"

توبہ کرتے جائیں گے تو اللہ کے حکم سے بدل جائیں گے، دھبے مٹ جائیں گے۔ یہ وہ توبہ نہیں جو نمازوں میں پڑھتے ہیں بلکہ شعور والی توبہ۔ جو ہم نے پڑھی ہے، کعب بن مالک والی توبہ۔ پھر تو اللہ صاف کر دے گا ورنہ ایک وقت آئے گا کہ سارا دل کالا ہو جائے گا۔ یہ ہے اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔

گناہ شروع میں بُرا لگتا ہے، پھر نہیں لگتا۔ امام مجاہد کا نام سُنا ہو گا آپ نے۔ ابنِ عباس کے شاگرد تھے وہ ایک مثال دیتے ہیں کہ انسان کا دل ایک ہاتھ کی طرح ہوتا ہے جب وہ ایک گناہ کرتا ہے تو ایک انگلی بند ہو جاتی ہے، جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسری اُنگلی بند ہو جاتی ہے پھر تیسری اور ایک وقت آتا ہے کہ پورا دل بند ہو جاتا ہے۔۔ تو کیا پتہ چلا کہ چھوٹے سے چھوٹا گناہ کرتے ہوئے سوچیئے کیا مجھے اللہ سے ڈر لگتا ہے؟

ہم اللہ سے ڈر کی باتیں کب پوچھتے ہیں جب ہم حرم میں کعبہ کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں 'اے اللہ تجھ سے بڑا ڈر لگتا ہے'۔ کسی ملک کے اصول تو ہم مانتے ہیں کیونکہ ڈر ہوتا ہے تو اللہ کے حکموں کا انکار کر سکتے ہیں اگر ہمیں اسکا ڈر ہو تو۔ اللہ کا ڈر گناہوں سے روکتا ہے۔ اس کے لیئے ہم کیا کریں۔

"دعا"

کہ اے اللہ میرا دل بدل دے۔

میرے گناہوں کا مزہ ختم ہو جائے، مجھے نافرمانی میں مزہ ہی نہ آئے۔

اے اللہ مجھے حرام اچھا ہی نہ لگے، صرف حلال اچھا لگے۔

اے اللہ مجھے دنیا میں رہتے ہوئے جنت کی فکر لگ جائے۔

اللہ کے نبیؐ کی دعاوں میں یہ دعائیں ہیں کہ اے اللہ مجھے سب کے خوف سے زیادہ اپنا خوف دے دے اور سب کی محبتوں سے زیادہ مجھے اپنی محبت دے دے۔

تو دعاوں کے آئینے میں آپ ''تعلق بلاللہ'' کو مضبوط کر سکتے ہیں۔ لوگ اس معاملے میں کہتے ہیں کہ یہ میرا اور اللہ کا معاملہ ہے تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کہتے ہیں کہ پھر یاد رکھو أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔